بعض اہم اور ضروری امور

از
سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بعض اہم اور ضروری امور

(فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۰ء برموقع جلسہ سالانہ)

تشہّد ' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے اول تو اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے پھر اس سنت کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائی جو اس کے مامور اور مرسل نے ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اشارہ سے جلسہ سالانہ کے رنگ میں قائم کی۔ اس کے بعد فرمایا:۔

ہم چونکہ اس وقت اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی برکات اور اس کے فیوض حاصل کریں اس لئے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم دیکھیں ہمارے لئے ماضی میں کیا پیدا کیا گیا جس کی حفاظت کرنا اور جسے ترقی دینا ہمارا فرض ہے یا جسے دور کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ کئی باتیں ایسی پیدا کی جاتی ہیں جن کا دور کرنا مومن کا فرض ہوتا ہے اور کئی ایسی ہوتی ہیں جن کا حاصل کرنا مومن کے فرائض میں داخل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ابتلاء لاتا ہے تا کہ دیکھے کہ وہ کس طرح خدا تعالیٰ کے افعال پر غور و تدبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا غیور ہے جہاں وہ کسی کا محتاج نہیں ' وہاں اس میں غیرت بھی کمال درجہ کی ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے افعال سچے عاشق کی طرح دیکھتے ہیں یا نہیں۔ ایک سچے عاشق کی کیا حالت ہوتی ہے یہ کہ ہر وقت اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی حرکات دیکھتا رہے ' اس کی ہر بات پر نگاہ رکھے اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جائے۔ پس سچے مومنوں کو خدا تعالیٰ کے افعال پر نگاہ رکھنی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کن امور میں انہیں ہوشیار کرنا چاہتا ہے اور کن میں آگے بڑھانا چاہتا ہے۔

ایک بہت بڑا ابتلاء

اس سال ہماری جماعت پر ایک بہت بڑا ابتلاء آیا۔ گذشتہ مارچ میں چند لوگوں نے جو جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے جب دیکھا کہ جماعت ان کا پیدا کردہ فتنہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تو انہوں نے وہی طریق اختیار کیا جو فتنہ پرداز لوگ اپنی شرارت کو انتہا تک پہنچانے کے لئے اختیار کیا کرتے ہیں۔ یعنی ایسی تحریریں شائع کرنی شروع کر دیں جن سے اشتعال آئے اور جن کو دیکھ کر صبر سے کام لینا محال ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس سے ہماری جماعت کو ایک سبق دیا اور بتایا کہ وہ مومن کو ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو یہ سکھانا چاہا کہ ایسے واقعات بھی پیش آ جاتے ہیں جب انسان اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتا لیکن ادھر شریعت یہ مطالبہ کرتی ہے کہ نفس کو قابو میں رکھا جائے۔ میں سمجھتا ہوں ان انتہا درجہ کی اشتعال انگیزیوں کے مقابلہ میں جو فتنہ پردازوں نے شرارت کو بڑھانے کے لئے کیں سوائے چند کوتاہیوں کے ہماری جماعت کے لوگوں نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا اور لاکھوں انسانوں کی جماعت میں سے چند کوتاہیاں اس جماعت کے اعلیٰ اخلاق اور ضبطِ نفس پر دلالت کرتی ہیں نہ کہ کسی قسم کا اس پر حرف لاتی ہیں۔ ان حالات میں جس عمدگی سے جماعت نے کام کیا اس کی نظیر کا کسی اور جگہ ملنا محال ہے۔ ایک طرف جماعت کے لوگوں کی غیرت اور حمیّت کا امتحان تھا اور دوسری طرف اپنے نفس پر قابو رکھنے کا۔ گویا دو آگیں تھیں جن میں وہ کھڑے تھے اور جہاں یہ دونوں آگیں جمع ہو جائیں وہاں عقلمند سے عقلمند انسانوں کی عقل بھی ماری جاتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت پوری طرح کامیاب ہوئی۔ اس نے غیرت بھی دکھائی اور اپنے نفس پر قابو بھی رکھا اور اگر کسی سے کچھ کوتاہی ہوئی تو ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ باقی جماعت کے صبر، تحمل اور استقلال کی وجہ سے اور شریعت اور اسلام کی تکریم کے طور پر اپنے نفس پر قابو رکھنے کی وجہ سے کوتاہی کرنے والوں کو معاف کر دے۔

وفات کی جھوٹی خبر

ہماری جماعت کی ایک اور آزمائش جو خدا تعالیٰ نے دشمنوں کے ذریعہ کی اور جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک رنگ میں آزمائش تھی اور ایک رنگ میں انعام۔ اب میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ مستریوں نے جو فتنہ پھیلایا اس کے متعلق قدرتی طور پر کبھی یہ خدشہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید جماعت کا ایک حصہ اپنے اندر کمزوری محسوس کرے کیونکہ دشمن جو روز بروز شرارت میں بڑھتا جاتا ہے شاید اس کو

اندر سے مدد ملتی ہو۔ یہ انسانی کمزوری کے ماتحت میرے دل میں خیال پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دور کرنے کے لئے دشمن سے ہی ہتھیار چلوایا۔ فتنہ پرداز لوگ بڑے دعویٰ کے ساتھ یہ کہتے تھے کہ جماعت کے لوگ انہیں مخفی طور پر مدد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے غلط اور محض جھوٹ ثابت کرنے کیلئے ایسا ذریعہ پیدا کرایا اور دشمن کے ہاتھ سے ہی پیدا کرایا کہ اس کا وہ انکار نہ کر سکتا تھا۔ یہ وہ خبر تھی جو میری موت کی شائع کرائی گئی۔ اس خبر نے جماعت کے اخلاص اور محبت کے جذبات کو نکال کر باہر رکھ دیا اور اخلاص کی ایسی نمائش ہوئی جو دنیا میں پچھلے سالوں میں بہت کم ہوئی ہوگی۔ اس خبر کے پھیلانے پر دشمن نے معلوم کر لیا کہ وہ اپنی شرارت میں بالکل ناکام ہو چکا ہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ جماعت کے کسی حصہ میں بھی اخلاص کی کوئی کمی نہیں ہوئی۔ مجھے اس وقت تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس خبر کے شائع ہونے پر جو خطوط آئے اور ہم نے جماعت کے لوگوں کی جو حالت دیکھی اس کی تفسیر الفاظ میں ممکن نہیں اس سے ظاہر ہو گیا کہ جماعت میں جو اخلاص ہے وہ ہمارے اندازہ سے باہر ہے۔ بہت سے خطوط ایسے آئے جن میں جماعت کے معزّز افراد نے لکھا کہ اس خبر کے سنتے ہی انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ملازمتیں چھوڑ کر بقیہ عمر دین کی خدمت میں صرف کریں گے۔ یہ انتہائی قربانی تھی اور صحیح قربانی تھی۔ جس کا ارادہ کیا گیا۔

انتخابِ خلافت سب سے بڑی آزمائش ہے

جہاں خدا تعالیٰ نے جماعت کو اخلاص کے اظہار کا موقع دیا وہاں یہ بھی بتا دیا کہ انسان آخر انسان ہی ہے خواہ وہ کوئی ہو اور ایک نہ ایک دن اسے اپنے مخلصین سے جُدا ہونا پڑتا ہے۔ اس بات کا احساس بھی خدا تعالیٰ نے جماعت کو کرا دیا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ خلیفہ سے جماعت کو جو تعلق ہے وہ جماعت ہی کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہے اور جو بھی خلیفہ ہو اس سے تعلق ضروری ہے۔ یاد رکھو! اسلام اور احمدیت کی امانت کی حفاظت سب سے مقدم ہے اور جماعت کو تیار رہنا چاہئے کہ جب بھی خلفاء کی وفات ہو جماعت اس شخص پر جو سب سے بہترین خدمت دین کر سکے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے اور اس سے الہام پانے کے بعد متفق ہو جائے گی۔ انتخاب خلافت سے بڑی آزمائش مسلمانوں کے لئے اور کوئی نہیں۔ یہ ایسی ہے جیسے باریک دھار پر چلنا۔ ذرا سا قدم لڑکھڑانے سے انسان دوزخ میں جا گرتا ہے۔ غرض انتخاب خلافت سب سے بڑھ کر ذمہ داری ہے جماعت کو اس بارے میں اپنی ذمہ داری پہچاننی

چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر شرمناک حملہ

پچھلے دنوں ایک شرمناک حملہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر کیا گیا اور میں سمجھتا ہوں اس کا باعث وہی چند نادان منافق ہیں جو فتنہ پردازی میں حصہ لے رہے ہیں اور جس طرح جماعت کے مخلصین کا اخلاص ظاہر ہوا اسی طرح بعض منافقین کی منافقت ظاہر ہو گئی۔ اور تو اور اس قسم کے بھی سنگ دل معلوم ہوئے کہ قاضی محمد علی صاحب کا پیغام آیا ایک شخص مجھے کہتا رہا تم کیوں یہ نہیں کہہ دیتے کہ سازش کر کے مجھ سے قتل کرایا گیا ہے۔ ایسے ہی کچھ لوگ تھے جو مستریوں کے فتنہ کا ذکر کر کے کہتے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیوں ایسے الزام نہ لگائے جاتے تھے۔ اب کوئی بات ہوگی تبھی الزام لگاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ رسالہ جس کا نام تائید اسلام رکھا گیا ہے لیکن دراصل بد ترین کفری رسالہ ہے ایسے ہی لوگ اس کی اشاعت کا موجب ہوئے ہیں۔ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر ایسے گندے اتہام لگائے گئے ہیں جیسے مستری مجھ پر لگاتے تھے۔

میں وہ الفاظ نہیں پڑھ سکتا میں نے گھر پر ان کے پڑھنے کی کوشش کی۔ مگر نہ پڑھ سکا۔ چند سطور پڑھ کر چھوڑ دینے پر مجبور ہوا۔ بہرحال وہ ویسے ہی اعتراضات ہیں جیسے مجھ پر کئے گئے اور میں سمجھتا ہوں ہر گناہ کے نتیجہ میں گند نکلتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی دشمن اس قسم کے اعتراضات کیا کرتے تھے۔ مگر مومن کا کام یہ ہے کہ ایسی باتوں کو پرے پھینک دے اس لئے ہم نے ان کو پھینک دیا۔ مگر بعد میں آنے والے چند نادانوں نے کہا ان کو کیوں پھینکا گیا۔ ہم نے ایسی باتوں کو اس لئے پرے پھینک دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا[1] پس ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم لعنتوں کو جمع کرتے رہیں۔ یہ لعنتیوں کا کام ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم رحمتوں کو چُنیں۔

خدا تعالیٰ کی گرفت

جہاں ہماری غیرت یہ نہیں چاہتی کہ ہم ایسی باتوں پر طوالت سے بحث کریں وہاں ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ پوری طرح ایسی باتوں کے خلاف نفرت اور حقارت کا اظہار کر دیں۔ اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں سے کہہ

دیں کہ تم اپنی بہو بیٹیوں اور بیویوں کی فہرست بنالو۔ میں اس بات کے لئے تیار ہوں کہ ہر ایک چیز حتیٰ کہ خلافت کو بھی پیش کر کے کہہ دوں کہ اگر ان میں وہی باتیں نہ پیدا ہو جائیں جن کا جھوٹا الزام ہم پر لگاتے ہیں تو ہم جھوٹے۔ یہ ان کے لئے خدا تعالیٰ کی گرفت ہے جو پوری ہو کر رہے گی اور خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ شیعوں کو دیکھ لو جتنی کنچنیاں ہوتی ہیں ان میں سے اکثر شیعہ کہلاتی ہیں۔ شیعوں نے خدا تعالیٰ کے پاک بندوں پر بعض اعتراضات کئے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزار سال سے اس قسم کے عیب ان میں پیدا ہو گئے۔

گورنمنٹ سے مطالبہ

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ضرور بدلہ لیتا ہے اور اب بھی ضرور لے گا۔ مگر موجودہ گورنمنٹ نے جب یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ مذہبی پیشواؤں پر ناپاک حملے کرنے والوں کی گرفت کی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم گورنمنٹ سے اس قانون کے استعمال کرنے کا مطالبہ نہ کریں۔ جس حق کو گورنمنٹ خود تسلیم کرتی ہے ہمارا حق ہے کہ ہم اس کا مطالبہ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ساری جماعت اس بات پر متفق ہوگی کہ گورنمنٹ سے مطالبہ کیا جائے کہ اس قانون سے کام لے یا پھر اس قانون کو منسوخ کر دے۔ جب تک یہ قانون موجود ہے اس وقت تک ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ جماعت احمدیہ کے امام کو دوسرے فرقوں کے پیشواؤں سے کم درجہ دے۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کی طرف سے گورنمنٹ کو توجہ دلانی چاہئے۔ ہم اپنے لئے کوئی خاص رعایت نہیں چاہتے۔ گورنمنٹ یا تو اس قانون کو منسوخ کر دے یا پھر اسی طرح ہمارے لئے اس کا اجرا کرے جس طرح اوروں کے مذہبی پیشواؤں کے متعلق کرتی ہے۔

تازہ تصانیف

اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو کتابیں نہایت اعلیٰ پایہ کی تصنیف ہو چکی ہیں۔ ان کے مسودات کے بعض حصے میرے سامنے پیش ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک تو رسول کریم ﷺ کی سیرت پر ہے جو میاں بشیر احمد صاحب نے لکھی ہے اور سیرت کی موجودہ کتابوں میں سے سب سے بہتر کتاب ہے۔ اس کے ذریعہ اسلام کی خدمت میں بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ

دوسری کتاب ایک مخالف سلسلہ کی کتاب "عشرہ کاملہ" کا جواب ہے۔ جو مولوی اللہ دتا صاحب کو تبلیغ کے کام سے فارغ کر کے لکھائی گئی ہے۔ اس کا نام میں نے ہی "تفہیماتِ ربانیہ" رکھا ہے۔ اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا تھا۔ اس کتاب کے لئے کئی

سال سے مطالبہ ہو رہا تھا۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ "عشرہ کاملہ" میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اس کے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس کی اشاعت کرنی چاہئے۔

تفسیر القرآن

گذشتہ جلسہ سالانہ پر ایک چیز کا میں نے وعدہ کیا تھا اور وہ قرآن کریم کی اردو تفسیر تھی۔ یہ تفسیر چار سو صفحہ تک چھپ چکی ہے اور اس سے زیادہ کا مسودہ تیار ہو چکا ہے۔ یہ درس کے نوٹ ہیں اور چونکہ نظر ثانی کرتے وقت مجھے بہت کچھ لکھنا پڑتا ہے اس لئے اس کی اشاعت میں دیر ہو گئی اور جولائی کے بعد اور اہم وقتی کاموں کی وجہ سے میں یہ کام نہ کر سکا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحت اور توفیق بخشی تو چند ماہ تک یہ کتاب تیار ہو جائے گی۔

انگریزی ترجمہ قرآن کی نظر ثانی بھی بہت کچھ ہو چکی ہے۔ تھوڑا سا حصہ باقی ہے وہ مارچ تک امید ہے ختم ہو جائے گا۔

غیر مبائعین کی کذب بیانی

اس کے بعد حضور نے غیر مبائعین کے فتنہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ لوگ جھوٹ اور غلط بیانی میں کس طرح حد سے گذر چکے ہیں۔ اور اس بات پر اظہار تعجب و افسوس فرمایا کہ ایسے ایسے جھوٹ دیکھ کر ان لوگوں کے دل میں کیوں درد نہیں پیدا ہوتا جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تعلیم دی کہ کسی حالت میں خفیف سے خفیف جھوٹ بھی نہیں بولنا چاہئے۔ حضور نے ان لوگوں کے حد سے بڑھے ہوئے جھوٹ کی مثال میں ۳۰۔ ستمبر کے پیغام کا ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ جس میں لکھا ہے کہ خلیفہ قادیان کو اپنے بعد کی خلافت کی فکر ابھی سے دامن گیر ہے اور اس منصبِ جلیلہ کے لئے اپنے لخت جگر میاں ناصر احمد کے نام قرعہ فال نکالا ہے۔ اس انتخاب کے بعد ولی عہد خلافت پرنس آف ویلز کی طرح دورہ پر نکلے۔ تمام قادیانی جماعتوں کو اپنے دیدار فیض آثار سے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور عطا فرمایا۔ ہدیے' نذرانے اور تحائف وصول کر کے کامیابی سے قادیان واپس تشریف فرما ہوئے۔ اس کامیاب دورہ کا اندازہ لگانے کے بعد کہ مریدوں نے میاں ناصر کو سر آنکھوں پر قبول کیا۔ اخباروں' پوسٹروں' اشتہاروں اور خطوط وغیرہ کی پیشانیوں کو **هُوَ النَّاصِرُ** کے فقرہ سے مزین کیا جانے لگا اور یوں ایک رنگ میں اعلان کیا گیا کہ ہونے والا خلیفہ ناصر میاں ہے۔ تمام حاضرین نے **لَعْنَتُ اللّٰهِ**

عَلَی الْکَاذِبِیْنَ کہتے ہوئے شہادت دی کہ میاں ناصر احمد صاحب نے کوئی دورہ نہیں کیا۔
حضور نے وضاحت کے ساتھ پیغام کے اس مضمون کی تردید کی اور بتایا کہ میاں ناصر احمد کو خلافت کے لئے دورہ کرانے کا الزام لگانے والے دیکھیں۔ میں تو وہ ہوں جس نے ۱۹۲۴ء کی مجلس مشاورت میں یہ بات پیش کی تھی کہ کوئی خلیفہ اپنے کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین نہیں مقرر کر سکتا۔ چنانچہ میں نے پیش کیا تھا کہ۔

"کوئی خلیفہ اپنے بعد اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو یعنی اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا بہنوئی یا داماد کو یا اپنے باپ یا بیٹوں یا بیٹیوں یا بھائیوں کے اوپر یا نیچے کی طرف کے رشتہ داروں کو اپنا جانشین مقرر نہیں کر سکتا۔ نہ کسی خلیفہ کی زندگی میں مجلس شوریٰ اس کے کسی مذکورہ بالا رشتہ دار کو اس کا جانشین مقرر کر سکتی ہے۔ نہ کسی خلیفہ کے لئے جائز ہو گا کہ وہ وضاحتاً یا اشارتاً اپنے کسی ایسے مذکورہ بالا رشتہ دار کی نسبت تحریک کرے کہ اس کو جانشین مقرر کیا جائے۔ اگر کوئی خلیفہ مذکورہ بالا اصول کے خلاف جانشین مقرر کرے تو وہ جائز نہ سمجھا جائے گا اور مجلس شوریٰ کا فرض ہو گا کہ خلیفہ کی وفات پر آزادنہ طور سے خلیفہ حسبِ قواعد تجویز کرے اور پہلا انتخاب یا نامزدگی چونکہ ناجائز تھی' وہ مسترد سمجھی جائے گی۔"[۲]

اب دیکھو غیر مبائعین کی طرف سے یہ الزام اس شخص پر لگایا جاتا ہے جس نے خلافت کے متعلق پیش بندیاں پہلے سے ہی کر دی ہیں تاکہ کوئی ایسی کارروائی نہ کر سکے اور اگر کرے تو اسے مسترد کر دیا جائے۔

تبلیغی اشتہارات

میں نے پچھلے سال تبلیغی اشتہارات شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ ایک اشتہار شائع بھی کیا گیا۔ اس کے بعد یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کس قسم کے اشتہار ہوں التواء کیا گیا۔ اسی دوران میں سیاسی تحریکات ملک میں بڑے زور سے پیدا ہو گئیں اور لوگ سیاسیات میں منہمک ہو گئے۔ خیال تھا کہ یہ تحریکات جلد ختم ہو جائیں گی مگر یہ لمبی ہوتی چلی گئی ہیں۔ اب ارادہ ہے کہ اشتہارات کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ وہ لوگ اپنا راگ گاتے ہیں تو ہم بھی اپنا راگ گائیں۔

سیاسیات میں دخل

جہاں تک ممکن ہو ہم سیاسیات سے الگ رہتے ہیں لیکن اس سال سیاسی حالات میں ایسا تغیر پیدا ہو گیا اور ایسی باتیں رونما ہوئیں جو دین

پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ ہندوستان کے حالات ایسے ہیں کہ اگر ہندوستان والوں کو بغیر حد بندی کے ملکی اختیارات مل گئے تو وہ سب سے پہلے ہم پر ہی ہاتھ صاف کریں گے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسی قیود اور پابندیوں کا مطالبہ کریں جو ملک کے امن کو برباد نہ ہونے دیں۔ اس وجہ سے ہمیں ان معاملات میں دخل دینا پڑا اور ظاہر ہے کہ یہ دخل سیاسی لحاظ سے نہیں بلکہ مذہبی لحاظ سے ہے۔ اگر ہندو اس قسم کے قوانین نافذ کر دیں جن کی وجہ سے دین کی اشاعت بند ہو جائے جیسا کہ ہندو ریاستوں میں اب بھی اس قسم کی پابندیاں ہیں جن کی وجہ سے مسلمان ہونے والوں کو روکا جاتا ہے تو ہم ہندوستان کے لئے اس قسم کے قانون کس طرح برداشت کر سکتے ہیں اور ہمارا کس طرح گزارہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہمارا اوڑھنا' بچھونا' جینا' مرنا دین ہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم کوشش کریں کہ دین کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرنے والی کوئی بات نہ ہو۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی سیاسی تحریک کا دین یا اخلاق پر اثر پڑتا ہے تب ہم دخل دیتے ہیں۔ جیسے کل گورنر صاحب پر حملہ کے خلاف ہماری طرف سے اظہارِ نفرت کیا گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں سیاسیات میں بھی ایسی ہی برتری عطا کی ہے جیسی دوسرے امور میں۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمیں جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتا ہے۔ ہماری اپنی قابلیتوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اب بیسیوں بڑے بڑے سیاست دان یورپ اور ہندوستان کے لوگوں کی تحریریں موجود ہیں جن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ہم نے ہندوستان کے نظم و نسق کے متعلق جو رائے پیش کی ہے وہ بہت صائب ہے۔ اس قسم کی تحریروں میں سے کچھ سائمن رپورٹ پر تبصرہ کے اردو ایڈیشن میں شائع کر دی گئی ہیں اور بہت سی باقی ہیں جو بعد میں آئی ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے اس طرح بھی ہماری برتری تسلیم کرا دی ہے۔ اس پر ہمیں کوئی فخر نہیں۔ ہم تو خدمت کرنا چاہتے ہیں اور جب ہماری خدمت کے اچھے نتائج نکلیں تو اس کا اچھا اثر ضرور اہل ملک پر ہو گا۔ ہم تو اقلیت میں ہیں حکومت دوسری قومیں ہی کریں گی مگر باوجود اس کے ہم جو اتنی محنت اور مشقت برداشت کرتے اور روپیہ صرف کر رہے ہیں کیا اس سے شرفاء پر یہ اثر نہ ہو گا کہ ہم میں اتنی تڑپ کیوں ہے۔ ضرور انہیں یہ خیال آئے گا کہ ملک اور اہل ملک کی خدمت کی یہ تڑپ حضرت مرزا صاحب نے ہی پیدا کی ہے۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ادب اور عزت لوگوں میں بڑھے گی اور اس

طرح آپس کا بُعد دور ہو تا جائے گا۔ باقی جو دلائل کا کام ہے وہ کریں گے۔

کتاب ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل

میری کتاب "ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" اردو، انگریزی میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے لئے کچھ چندہ کیا گیا تھا مگر خرچ اندازہ سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس لئے کچھ قرضہ باقی ہے اسے جلد ادا کرنا ضروری ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب فروخت ہو جائے۔ میں احباب سے خواہش کرتا ہوں کہ شہروں میں رہنے والے اصحاب انگریزی ایڈیشن کے کئی کئی نسخے خرید لیں اور انگریزی خوانوں میں فروخت کریں اسی طرح اردو ایڈیشن کی اشاعت بھی کی جائے۔ مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کتاب کثرت سے شائع ہو مگر مفت نہیں بلکہ فروخت کی جائے یہ کتاب علیحدہ خرچ سے چھپوا کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں رکھوا دی گئی ہے تاکہ اس کی آمد سے قرضہ ادا ہو سکے اور صدر انجمن احمدیہ پر بوجھ نہ پڑے۔

انگریزی اخبار سن رائز

اسی سال میں نے اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریزی اخبار سن رائز کو ہفتہ وار کر دیا ہے۔ عام طور پر میری عادت ہے کہ میں مجلس شوریٰ کے مشورہ کے بغیر کوئی کارروائی نہیں کرتا لیکن حالات فوری طور پر ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ سن رائز کو ہفتہ وار کرنا پڑا۔ میں احباب سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے کوشش کریں۔ اس کے ایڈیٹر ملک غلام فرید صاحب، ہیں تو نوجوان مگر ان میں کام کرنیکی قابلیت ہے۔ اگر احباب مدد کریں تو صحیح سیاسی خیالات پھیلانے میں مفید کام کر سکتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریروں کا جواب

اس سال جب میں شملہ جانے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ روانگی کے وقت وہ مضمون مجھے ملا۔ شملہ میں چونکہ اور بہت کام تھا اس لئے میں اس مضمون کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ دوسرے یہ بھی خیال تھا کہ پہلے حوالے دیکھ کر جواب لکھوں۔ آخر میں نے میاں غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل سے حوالے منگوائے لیکن اتنے میں ولایت سے خطوط آئے کہ جس طرح نہرو رپورٹ پر تبصرہ کیا گیا تھا اسی طرح اگر سائمن رپورٹ پر بھی تبصرہ لکھا جائے تو بہت مفید ہو

سکتا ہے۔ اس پر میں نے فیصلہ کیا کہ سائمن رپورٹ پر بھی تبصرہ لکھوں اور اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریروں کا جواب لکھوں گا کیونکہ اگر پہلے ان کا جواب لکھا گیا اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ میں سائمن رپورٹ پر تبصرہ لکھنے میں مصروف ہوں تو وہ کہیں گے ابھی آؤ اور قرآن کی تفسیر لکھو۔ اس لئے اُس وقت انہیں جواب دوں گا جب فرصت ہوگی کیونکہ دیکھا گیا ہے مولوی ایسے موقع کی تاک میں رہتے ہیں جب کہ انہیں مقابلہ سے بچنے کے لئے کوئی بہانہ مل سکے۔ مثلاً جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا کہ انہیں مباحثات سے روکا گیا ہے تو مولویوں نے جھٹ اعلان کر دیا آؤ اب مباحثہ کر لو۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر مباحثہ کرنے پر آمادہ ہو گئے تو کہہ دیں گے انہوں نے الٰہی ہدایات کے خلاف کیا اور اگر آمادہ نہ ہوئے تو کہہ دیں گے جھوٹے ہیں اس لئے مباحثہ نہیں کرتے۔

اس وجہ سے میں نے خیال کیا کہ جب مجھے فرصت ہوگی' اُسی وقت مولوی صاحب کو مخاطب کروں گا اُس وقت تک جس قدر چاہیں ہنسی اُڑالیں۔ غرض میں نے سائمن رپورٹ کے متعلق کتاب لکھنی شروع کر دی اس کے بعد راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کا کام شروع ہو گیا۔ جس کے متعلق ہندوستان میں اور باہر بہت کچھ کرنا پڑا۔ اس وجہ سے بہت سی ڈاک بھی جمع ہو گئی اور شکایات آنی شروع ہو گئیں کہ خطوط کے جواب نہیں آتے۔ پس اس کام سے فارغ ہو کر ڈاک کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑی۔ ۱۵۔ دسمبر کو مجھے ڈاک اور دوسرے کاموں سے فراغت ہوئی۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ اگر اب جواب دوں تو مولوی صاحب جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں کہیں گے تفسیر لکھو اس لئے یہی مناسب ہے کہ جلسہ سالانہ پر ان کے متعلق اعلان کروں۔ اس کے بعد جو وقت بھی وہ تفسیر نویسی کے لئے مقرر کریں گے ہم اسے اِنْشَاءَ اللّٰہُ منظور کر لیں گے۔

اوپر کی وجہ کے علاوہ میں دسمبر میں بیمار بھی رہا۔ اور ناف کے قریب پھوڑا ہونے کی وجہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ کر نہ لکھ سکتا تھا۔ اب میں اصل بحث کو لیتا ہوں۔ ۷۔ مارچ ۱۹۳۰ء کے الفضل میں میرا ایک مکالمہ ایک غیر احمدی مولوی صاحب سے جو بڑے سیاح تھے اور انہوں نے دنیا کے بڑے حصہ کا چکر لگایا تھا شائع ہوا۔ آخر انہوں نے بیعت کر لی اور حیدر آباد میں جا کر فوت ہو گئے۔ انہوں نے مجھ سے کئی سوالات کئے تھے جن کے میں نے جواب دیئے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے پوچھا۔ کیا علماء اندھے ہیں جو ایسے واضح دلائل کو نہیں مانتے اس کے جواب میں

مَیں نے انہیں جو کچھ کہا۔ وہ الفضل ۷۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں ان الفاظ میں شائع ہوا ہے۔

"اس زمانہ کے علماء کو شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ [۳۸] یعنی بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے اور دراصل کسی آنے والے کی ضرورت بھی اسی وقت ہوتی ہے جب علماء بگڑ جائیں۔ جب تک یہودی علماء میں علم باقی تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرتے تھے رسول کریم ﷺ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کے آنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ علماء کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان علماء کو چیلنج دیا کہ میرے مقابل میں آکر تفسیر لکھو۔ اگر ان علماء میں علم ہوتا تو وہ اسے قبول کیوں نہ کرتے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ یہ تفسیر قرآن کا کام میرا ہے یا اس کا جو مجھ سے ہو اور اس طرح یہ دروازہ اپنی جماعت کیلئے بھی کھلا رکھا۔ اب میں نے بھی کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈال کر کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو بلکہ یہاں تک کہ تم کو ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو اور مجھے وہ نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابل میں آکر اس کی تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ مگر کسی کو جرأت نہیں ہوتی کہ سامنے آئے"

الفضل میں اس مکالمہ کے شائع ہونے پر غالباً بعض لوگوں کی تحریک پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا۔

"پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیو بندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیو بندی ہیں۔ پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آکر بالمقابل تفسیر لکھئے۔ جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے۔ گذشتہ را صلوٰۃ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لیکر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر اور معارف کیلئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں' بس" [۳۹]

اس تحریر سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر نویسی کے متعلق میرا وہ چیلنج منظور کر لیا تھا جو میں نے دیو بندیوں کو دیا تھا۔ دوم یہ کہ

باوجود ان کے قبول کر لینے کے میری طرف سے ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر دیا۔

پہلی بات کہ مولوی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا تھا۔ خود ان کی اپنی بات سے رد ہو جاتی ہے۔ وہ چیلنج منظور نہیں کرتے بلکہ ایک نیا چیلنج دیتے ہیں۔ چنانچہ باوجود یہ لکھنے کے کہ ان کی طرف سے کوئی شرط نہیں پھر شرطیں پیش کرتے ہیں حالانکہ شرطیں پیش کرنے کا حق چیلنج دینے والے کا ہوتا ہے چیلنج منظور کرنے والے کا نہیں ہوتا۔ چیلنج منظور کرنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ معقول نہیں غلط ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی طرف سے یہ شرطیں پیش کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کا کام یہ تھا کہ میرے چیلنج میں جو شرائط تھیں ان میں سے جنہیں درست سمجھتے ان کے متعلق اعلان کر دیتے کہ انہیں منظور کرتا ہوں اور جنہیں درست نہ سمجھتے ان کے متعلق ثابت کرتے کہ یہ معقول نہیں۔ نہ کہ خود شرائط پیش کرنا شروع کر دیتے۔ یا انہیں یہ ثابت کرنا چاہئے تھا کہ جس رنگ میں مَیں نے چیلنج دیا ہے وہ خدا کی طرف سے مؤیّد ہونے کا ثبوت نہیں بن سکتا۔ پھر وہ خود اپنی طرف سے چیلنج دیتے اور شرائط پیش کرتے۔ اس پر یا تو میں ان کی شرائط کو غلط ثابت کرتا یا ان کے چیلنج کو قبول کر لیتا۔ مگر وہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا چیلنج منظور کر لیا اور دوسری طرف اپنی شرائط پیش کر رہے ہیں۔

یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسی کہ یہاں کے ایک سادہ مزاج شخص نے جس کا عُرف میاں بگّا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے حضور میں کی تھی۔ اس نے ایک دن حضرت خلیفہ اول سے آ کر کہا کہ میری شادی کا بہت کچھ انتظام ہو گیا ہے تھوڑی سی بات ہے وہ آپ کر دیں۔ حضرت خلیفہ اول نے پوچھا کیا انتظام ہوا ہے؟ کہنے لگا میں اور میری ماں اس امر پر راضی ہو گئے ہیں کہ میرا نکاح ہو جائے اب آپ صرف کسی لڑکی اور روپیہ کا انتظام کر دیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی منظوری بھی ایسی ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے چیلنج منظور کر لیا مگر میری طرف سے یہ یہ شرط ہے۔ اس کی بجائے یہی کیوں نہ کہہ دیا کہ چیلنج منظور ہے مگر شرط یہ ہے کہ مقابلہ نہ ہو۔ جن امور کو وہ پیش کرتے ہیں ان کے متعلق وہ یوں بھی کہہ سکتے تھے کہ تمہارا چیلنج مجھے منظور ہے مگر تم بھی میرا ایک چیلنج منظور کرو۔ جس کی یہ یہ شرائط ہیں۔

مولوی صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ ان کو جواب نہ دیا گیا تھا اور ہماری طرف سے خاموشی رہی یہ بھی درست نہیں۔ ان کو جواب دیا گیا تھا۔ چنانچہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کے الفضل

میں میری منظوری سے ایک مضمون شائع کیا گیا جس میں یہ فقرے درج ہیں۔

"حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ حضور کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اگرچہ آپ نہ دیو بندی ہیں اور نہ دیو بندیوں نے آپ کو اپنا وکیل اور قائم مقام تسلیم کیا ہے تاہم جیسا کہ الفضل مورخہ ۱۰۔ ستمبر ۱۹۲۵ء میں دیو بندیوں کے مقابلہ پر نہ آنے کی صورت میں آپ کو اجازت دی گئی ہے۔ اگر آپ تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو ان دو صورتوں میں سے جو الفضل نے پیش کی ہیں۔ جو صورت چاہیں اختیار فرمالیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو دونوں صورتیں منظور ہیں۔"

پہلی صورت الفضل نے اپنے پرچہ ۱۰۔ ستمبر ۱۹۲۵ء میں یہ پیش کی ہے کہ چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۱۔ اگست ۱۹۲۵ء میں لکھا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نہ علوم ظاہری کے عالم ہیں اور نہ کسی باطنی درجہ کے مدعی ہیں اس لئے انہیں اختیار ہوگا کہ اپنا شبہ دور کرنے کے لئے وہ بالمشافہ تفسیر نویسی کرنا چاہتے ہوں تو قادیان تشریف لے آئیں۔ ان کے تمام اخراجات مناسب ہم ادا کریں گے اور اگر کسی قسم کی جانی یا مالی حفاظت کی ذمہ داری بھی وہ ہم پر عائد کریں گے تو اس کے لئے بھی ہم تیار ہوں گے۔ یہ صورت حضرت خلیفۃ المسیح منظور فرماتے ہیں۔

دوسری صورت الفضل نے یہ پیش کی تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان تشریف نہ لانا چاہیں تو مناسب انتظام کے ساتھ قرعہ اندازی ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ قرآن شریف کے ان تین رکوع کی تفسیر لکھیں جو قرعہ اندازی سے منتخب ہونگے اور حضرت خلیفۃ المسیح اپنی جگہ انہی منتخب شدہ تین رکوع کی تفسیر لکھیں اور پھر یہ دونوں تفسیریں مساوی خرچ کے ساتھ یکجا کر کے شائع کی جائیں تاکہ دنیا دیکھ لے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے اور مولوی صاحبان نے کیا۔ قرعہ اندازی ایسے طریق سے ہوگی کہ کسی فریق کو شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو اور مقام قرعہ اندازی امرتسر ہی ہوگا۔ اس دوسری صورت پر بھی حضرت خلیفۃ المسیح کو کوئی اعتراض نہیں۔"

یہ ہے حقیقت مولوی صاحب کے دوسرے دعویٰ کی کہ ہم نے ان کی منظوری کے بعد خاموشی اختیار کی بلکہ انکار۔ کیا صاف انکار ہے؟ انکار اسی کو کہتے ہیں کہ ہم نے کہا

مولوی صاحب کے اخراجات بھی ہم ادا کریں گے، جلسہ کا انتظام بھی ہم کریں گے، ان کی جانی اور مالی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم لیں گے۔ یہ ہے وہ انکار جو چودھویں صدی کے وارثِ انبیاء بننے کے دعویدار نے ہمارے متعلق بیان کیا ہے۔ جس کے متعلق اس زمانہ کے حمقاء بھی کہیں گے کہ اس سے ہماری مثال نہ دو۔

میرا اصل چیلنج جو اس وقت دیا گیا تھا اور جو اب بھی قائم ہے ۱۶۔ جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔

"غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر میں ان کے مقابلہ پر کم سے کم دُگنے معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھے ہیں۔ اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنّفین نے بھی نہیں لکھے اگر میں کم سے کم دُگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں۔ طریق فیصلہ یہ ہو گا کہ مولوی صاحبان معارفِ قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کر دیں اور اس کے بعد میں اس پر جرح کروں گا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔ اس مدت میں جس قدر باتیں ان کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں ان کو میں پیش کروں گا۔ اگر ثالث فیصلہ دیں کہ وہ باتیں واقعہ میں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ ان کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارفِ قرآنیہ ہوں جو پہلی کتب میں پائے نہیں جاتے۔ اس کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارفِ قرآنیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بناء پر لکھوں گا جو پہلے کسی مصنف اسلامی نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اس پر جرح کر لیں اور جس قدر حصہ ان کی جرح کا منصف تسلیم کریں اس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ ان کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ آیا میرے بیان کردہ معارفِ قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے لئے گئے ہونگے اور جو پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہونگے۔ ان علماء کے ان معارف قرآنیہ سے کم از کم دُگنے ہوں اور وہ پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ اگر میں

ایسے دُگنے معارف دکھانے سے قاصر رہوں تو مولوی صاحبان جو چاہیں کہیں۔ لیکن اگر مولوی صاحبان اس مقابلہ سے گریز کریں یا شکست کھائیں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ منجانب اللہ تھا۔ یہ ضروری ہو گا کہ ہر فریق اپنی کتاب کی اشاعت کے معاً بعد اپنی کتاب دوسرے فریق کو رجسٹری کے ذریعہ سے بھیج دے۔ مولوی صاحبان کو میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ دُگنی چوگنی قیمت کا وی۔ پی میرے نام کر دیں۔ اگر مولوی صاحب اس طریق فیصلہ کو ناپسند کریں اور اس سے گریز کریں تو دوسرا طریق یہ ہے کہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادنیٰ خادم ہوں میرے مقابلہ پر مولوی صاحبان آئیں اور قرآن کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کر لیں اور وہ تین دن تک اس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں جس میں چند ایسے نکات ضرور ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں اور میں بھی اسی ٹکڑے کی اسی عرصہ میں تفسیر لکھوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی روشنی میں اس کی تشریح بیان کروں گا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اس سے پہلے کسی مفسّر یا مصنّف نے نہ لکھے ہوں گے اور پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے۔"

یہ وہ چیلنج ہے جو دیو بندی مولویوں کو دیا گیا تھا جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ میں بھی دیو بند کا پڑھا ہوا ہوں۔ میں اسے منظور کرتا ہوں لیکن کہتے ہیں سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لیکر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہو گا۔ میں کہتا ہوں ترجمہ یا بے ترجمہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل میں اتنی کمی آگئی ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے میرے متعدد مضامین اور کتابیں پڑھی ہونگی۔ مخالفین پر میری تحریروں کا رُعب بھی جانتے ہیں۔ مگر خیال کرتے ہیں کہ جب میرے ہاتھ میں بے ترجمہ قرآن آیا تو بس میں ان کے مقابلہ میں رہ جاؤں گا۔ گویا جو کچھ میری طرف سے شائع ہوتا ہے وہ مولوی صاحب لکھ کر مجھے بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اپنی طرف سے اسے شائع کر دیتا ہوں۔

مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں۔ اگر

کوئی یہ دعویٰ کرے تو اس کے لئے ایسی بات پیش کر دینا جو اس کی ذاتی قابلیت کی نفی کرتی ہو اس کے دعویٰ کو رد کر سکتی ہے۔ مگر جو یہ کہتا ہو کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور نصرت حاصل ہوتی ہے اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز پیش کرے جس میں خدا تعالیٰ کی تائید شامل ہو۔ میں نے یہ چیلنج نہیں دیا کہ میں مولوی نذیر احمد صاحب سے اچھا قرآن کا اردو ترجمہ کرونگا۔ اس ترجمہ کیلئے اردو کی ڈکشنریاں اور کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر میں نے اردو میں ترجمہ کرنے کا چیلنج نہیں دیا۔ پھر میں نے یہ چیلنج ساری دنیا کو دیا ہے۔ اگر ترجمہ کرنے کا ہی مقابلہ ہو تو میں چینی زبان جاننے والوں سے چینی میں ترجمہ کرنے کا کس طرح مقابلہ کر سکتا ہوں۔ فارسی جاننے والوں سے فارسی میں ترجمہ کرنے کا کیونکر مقابلہ کر سکتا ہوں' عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاسُ دوسری زبانوں میں کس طرح ترجمے کر سکتا ہوں۔

غرض میں نے ترجمہ کرنے کا چیلنج نہیں دیا اور نہ ترجمہ کر لینے سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت شامل حال ہے۔ مولوی نذیر احمد صاحب کا اگر اردو ترجمہ اچھا ثابت ہو تو اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ خدا کی طرف سے تھے بلکہ یہ کہ وہ اچھے اُردو دان تھے۔ صرف بلا ترجمہ قرآن کی شرط لگانے سے مولوی صاحب کی یہ غرض ہوگی کہ میں تفسیروں اور دوسری کتابوں سے عبارتیں نہ نقل کر لوں۔ مگر یہ کتابیں تو ان کے پاس بھی ہوں گی۔ اگر میں ان میں سے لکھ سکوں گا تو وہ بھی ایسی کتابیں لا سکتے ہیں وہ ان کتابوں سے کیوں نہ لکھ سکیں گے لیکن اگر ان کے پاس ایسی کتابیں نہ ہوں تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جو کتاب وہ دیکھنا چاہیں گے' ہم انہیں دکھا دیں گے۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ تفسیروں وغیرہ کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ زیرِ بحث یہ امر تھا کہ تفسیر لکھنے والے کی تفسیر میں کچھ ایسے معارف ہوں جو پہلی کتابوں میں نہ ہوں۔ مگر میں تفسیروں کا حافظ نہیں ہوں۔ پھر ان تفسیروں کو دیکھے بغیر یہ کس طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ فلاں بات ان میں آئی ہے یا نہیں آئی۔ میں نے یہ چیلنج نہیں دیا کہ میں تفسیروں کا حافظ ہوں بلکہ یہ کہا ہے کہ میں کچھ ایسے معارف بیان کروں گا جو پہلی کتابوں میں نہ ہوں گے اور اس کے لئے تفسیروں کا دیکھنا ضروری ہے۔ تا معلوم ہو سکے کہ جو کچھ لکھا گیا وہ پہلی کتابوں میں نہیں ہے۔ میری طرف سے کوشش تو یہی ہوگی کہ کوئی ایسی بات نہ لکھی جائے جو پہلی کتابوں میں ہو۔ مگر جب تک یہ نہ دیکھ لیا جائے کہ پہلی کتابوں میں وہ باتیں نہیں کس طرح تسلی ہو سکتی ہے۔ ہاں

اگر میں ان کتابوں میں سے کچھ نقل کروں گا تو اس سے میرا دعویٰ ہی غلط ہو جائے گا۔ پس نقل تو میرے دعویٰ کو باطل کرتی ہے پھر مجھے اس سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔

کلیدِ قرآن کی ضرورت

اسی طرح قرآن کریم کی کلید کی بھی ضرورت ہوگی کیونکہ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں قرآن کریم کا حافظ ہوں اس لئے قرآن کریم کی کلید کی ضرورت ہوگی۔ وہ مضمون جو میرے ذہن میں ہوتا ہے وہ دوسروں کو معلوم نہیں ہوتا۔ مگر ساری آیت مجھے یاد نہیں ہوتی۔ حافظ روشن علی صاحب مرحوم خدا تعالیٰ ان کی مغفرت کرے ایک دفعہ لاہور میرے ساتھ تھے۔ میری ایک تقریر بھی وہاں تھی اس کے لئے میں نوٹ لکھانے لگا تو آیتیں ان سے پوچھتا جاتا تھا۔ وہ کہنے لگے ان آیات کی بناء پر کیا تقریر ہوگی ان آیات کا تو کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے کہا جوڑ جلسہ میں جاکر معلوم ہوگا جب میں تقریر کروں گا۔ غرض آیات کے نکالنے کے لئے کلید کی ضرورت ہوتی ہے۔

اپنے لئے اور کڑی شرائط

پس میرا چیلنج اب بھی موجود ہے۔ ہاں میں اپنے لئے اس کی شرطوں کو اور کڑا کر دیتا ہوں۔ اور چند ایسے معارف کی شرط بھی جو اس سے پہلے کسی مفسّر یا مصنّف نے نہ لکھے ہوں اُڑا دیتا ہوں اور یہ ذمہ لیتا ہوں کہ میری تفسیر میں کوئی نکتہ بھی ایسا نہ ہوگا جو کسی پہلی تفسیر میں ہو۔ مولوی صاحب یہاں آئیں تو ان کا خرچ ہم خود دیں گے لیکن وہ یہاں نہ آنا چاہیں تو گورداسپور آجائیں مگر کسی مسجد میں اجتماع نہ ہوگا کیونکہ ان لوگوں کی مسجدوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ علیحدہ مکان میں اجتماع ہو جو فریقین کے لئے مساوی حیثیت رکھتا ہو۔ اگر وہ گورداسپور آجائیں جہاں مکان متحدہ ہو تو ان کے کرایہ کے اخراجات ہم دیں گے اور اگر قادیان میں آئیں تو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے کھانے پینے کا خرچ بھی ہم دیں گے۔ ہماری طرف سے صرف یہ شرط ہے کہ ایسے معارف بیان ہوں جن سے قرآن کریم کی افضلیت ثابت ہو' اسلام کی صداقت ثابت ہو۔ مولوی صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ تفسیر اور معارف کے لئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ مگر یہ صاف بات ہے اور ایسا ہی ہونا ضروری ہے۔ ورنہ مثلاً قرآن کریم میں جو ذٰلِکَ الْکِتٰبُ ۵ آیا ہے۔ مَیں کتاب کے معنی کپڑا لکھوں' تو ہر شخص سمجھے گا کہ یہ غلط ہے۔ پھر اس شرط کے پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اگر علوم عربیہ کے خلاف کوئی بات ہوگی تو وہ فوراً رد ہو جائے گی۔

کوئی اردو تفسیر پاس نہ ہوگی

مولوی صاحب کی تحریر میں ایک اور بھی لطیفہ ہے۔ وہ ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ اور کوئی کتاب پاس نہ ہو جس سے مراد ان کی تفاسیر ہیں اور دوسری طرف یہ شرط لگاتے ہیں کہ صرف سادہ یعنی بے ترجمہ قرآن ہو۔ گویا ان کے نزدیک اگر میرے پاس سادہ قرآن ہوا تو میں کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ کیونکہ قرآن کریم عربی میں ہے اور میں عربی نہیں جانتا۔ لیکن ساتھ ہی ان کے خیال میں میرے پاس رازی کی تفسیر نہیں ہونی چاہئے تا ایسا نہ ہو کہ میں اس کے مطالب چُرا لوں۔ مولوی صاحب کی اس بات سے ظاہر ہے کہ جب خدا کسی کی عقل مار دیتا ہے تو وہ عام بیوقوفوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتا وہ رازی اور ابن حیان کے مطالب کو سمجھ لے گا اور ان کی تفاسیر سے مضمون چُرا لے گا۔ اگر مولوی صاحب کی عقل میں یہ بات آگئی ہے تو گو یہ انتہائی درجہ کی احمقانہ بات ہے میں یہ شرط اپنے چیلنج میں اور بڑھا دیتا ہوں کہ کوئی اردو کی کتاب نہ رکھنی ہوگی اور نہ ترجمہ والا قرآن ہوگا۔ جب ان کا یہ خیال ہے کہ میں قرآن کریم بھی بغیر ترجمہ دیکھے نہیں سمجھ سکتا تو یہ ظاہر ہے کہ عربی کتب کی موجودگی سے صرف مولوی صاحب کو ہی فائدہ پہنچے گا میں تو ان سے فائدہ حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ باقی رہیں ان کی شرائط سو وہ ایک علیحدہ چیلنج ہیں اگر مولوی صاحب سمجھتے ہیں کہ وہ معقول ہیں اور ان سے کسی کا مؤیّد مِنَ اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو وہ انہیں بطور چیلنج کے شائع کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ذلت کے اسی وقت سامان کرتا ہے یا نہیں۔ اگر انہیں عربی دانی کا دعویٰ ہے تو اعلان کر دیں کہ خدا تعالیٰ اس میں ان کی مدد کرے گا کوئی آئے اور مقابلہ کر لے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے ہی ان کے اس چیلنج کو منظور کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ مگر اب تو میرا چیلنج ہے کہ قرآن کریم کی پیشگوئی کے ماتحت جو جماعتیں راستی پر ہوں' ان پر معارفِ قرآنیہ خاص طور پر کھولے جاتے ہیں۔ پس کوئی مخالف احمدیت خواہ عرب کا ہو' خواہ مصر کا ہو' خواہ شام کا ہو' خواہ ہندوستان کا میرے مقابلہ پر قرعہ سے تین رکوع قرآن کریم کے چُن کر تین دن میں تفسیر لکھ دے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور ایسے مطالب سمجھائے گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت سے باہر نہیں ملیں گے اور جو علوم عربیہ کے مخالف نہیں ہونگے انہیں جس امر میں دعویٰ ہو اسے وہ الگ شائع کر دیں۔

غرض اگر انہوں نے میرا چیلنج منظور کر لیا ہے تو آئیں معارف لکھیں ان کا خرچ ہم دیں

گے۔ اب میں چند کی شرط بھی نہیں رکھتا۔ تمام کے تمام نکات ایسے ہوں گے جو کسی پہلی کتاب میں نہ ہوں گے اور ان تفسیروں میں تو یقیناً نہ ہوں گے جو پاس رکھی جائیں گی وہ صرف اس لئے رکھی جائیں گی کہ تا معلوم ہو مفسرین نے کیا لکھا ہے۔ تاہم ان کی لکھی ہوئی باتوں میں نہ پڑیں۔

شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے امداد کا دعویٰ ہے تو تفسیروں کو دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یا کلید کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بتا دے گا کہ فلاں مضمون تفسیر میں ہے یا نہیں۔ یا فلاں آیت کے الفاظ کیا ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ محض نافہمی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ چیلنج یہ نہیں دیا گیا کہ تفسیر الہام سے لکھی جائے گی بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ تائید الٰہی سے لکھی جائے گی اور تائید الٰہی الفاظ میں اور معیّن مضامین کی صورت میں نازل نہیں ہوا کرتی بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے دماغ کو خاص روشنی دے دی جاتی ہے اور اس پر خاص علوم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ اس کو ساتھ یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ پہلی کتب میں ہے اور یہ نہیں ایسا صرف الہام سے ہو سکتا ہے۔ اور اس جگہ الہامی تفسیر کا دعویٰ نہیں۔ گو الہام بھی ہو تو بھی اس میں سنت اللہ نہیں ہوتی کہ حوالہ جات بھی بتائے جائیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ قرآن کریم کے معارف لکھنے کے متعلق جو میرا چیلنج تھا اس کی میں پوری تشریح کر چکا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کو وہ منظور ہو تو اس کی قبولیت کا اعلان کر دیں۔ اگر ان کے نزدیک یہ چیلنج درست نہیں تو پھر ان کے نزدیک جو فیصلہ کا ذریعہ ہے' اسے اپنی طرف سے بطور چیلنج پیش کر دیں۔ خواہ سب دنیا سے زیادہ فصیح عربی لکھنے کا چیلنج دیں' خواہ سب دنیا سے بہتر ترجمہ قرآن کریم کرنے کا چیلنج دیں۔ وہ جو بھی چیلنج دیں اگر وہ شریعت کے خلاف نہ ہوا تو بیسیوں آدمی ان کے چیلنج کو قبول کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

سورۃ التحریم کی تفسیر پھر حضور نے سورۃ التحریم کی آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔[۱] کی تشریح فرماتے ہوئے اس آگ سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کے لئے سب سے ضروری چیز دعا ثابت کی۔ اس کے متعلق ضروری ہدایات دیں اور اس پر پوری طرح کاربند ہونے کا ارشاد فرمایا۔

ہر احمدی کشتی نوح پڑھے یا سنے

اسی ضمن میں ایک بات یہ بیان فرمائی کہ اگلے سال تمام کے تمام احمدی پڑھے لکھے یا اَن پڑھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کشتی نوح پڑھیں یا سنیں۔ اسی طرح ہر سال ایک کتاب مقرر کر دی جایا کرے تو سب لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری کتب سے واقف ہو جائیں گے۔ آپ لوگ جو یہاں موجود ہیں سن لیں اور جو یہاں نہیں انہیں سنا دیں کہ اگلے سال کشتی نوح کا پڑھنا یا سننا ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ تین گھنٹہ میں ختم ہو سکتی ہے اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

آخر میں حضور نے سورہ تحریم کے پہلے رکوع کی نہایت ہی پر معارف تفسیر بیان کی اور ثابت کیا کہ جس آگ سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کا حکم اس سورہ میں دیا گیا ہے اس کا ذکر اسی سورہ میں کر دیا گیا ہے اور وہ یہ آگیں ہیں۔ ۱۔ مسلم نہ ہونا۔ ۲۔ مومن نہ ہونا۔ ۳۔ قانت نہ ہونا۔ ۴۔ تائب نہ ہونا۔ ۵۔ عابد نہ ہونا۔ ۶۔ سائح نہ ہونا۔ ان کی نہایت لطیف تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں کی دینی اور دنیوی کامیابی انہی چھ باتوں سے بچنے میں ہے۔

(الفضل ۱۳، ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء)

---

۱ تذکرہ صفحہ ۵۳۸، ۵۸۱۔ ایڈیشن چہارم، الوصیت صفحہ ۳ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۱

۲ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۹، ۴۰

۳ مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث جلد ۱ صفحہ ۵۳۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

۴ اہلحدیث (اخبار) ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء صفحہ ۵ کالم ۳

۵ البقرۃ: ۳ ۶ التحریم: ۷